حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

سائنس اور مذہب کی حقیقت

سائنس کے آثار | ایک عرصہ میں دنیا میں خلائی فتوحات کا غلغلہ ہے اور حالیہ تجربات نے یہ چیز ثابت کر دی ہے کہ حضرت انسان واقعی بڑی چیز ہے لیکن مذہب و سائنس کے دائرہ کار اور حدود سے لاعلمی طبعیاتی علوم میں ناپختگی اور مذہب سے دوری یا کم علمی کی وجہ سے بہت سے مسلمان احساس کمتری مرعوبیت اور شکوک و شبہات کا شکار ہو چکے ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اصولی طور پر یہ عرض کر دیا جائے کہ سائنس اور مذہب کی حقیقت کیا ہے اور ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور اسلام آپس میں نہ تو ایک دوسرے کی ضد ہیں جیسا کہ بدقسمتی سے بعض حلقوں میں یہ تصور موجود ہے اور نہ ہی سائنس الحاد کے مترادف ہے جیسا کہ ایک دوسرا طبقہ اس کا قائل ہے بلکہ بقول ایک محقق مشرقی عالم "سائنس اور اسلام میں وسیلہ اور مقصود کی نسبت ہے" جیسے بدن روح کے لئے وسیلہ عمل ہے یسے ہی سائنس اصولی طور پر اسلامی کارناموں کے لئے "ایک وسیلہ ذریعہ اور ڈھانچہ ہے" اور اگر ہم ذرا گہری ظر سے سائنس کے موضوع کو سمجھ لیں تو دعویٰ خود بخود ثابت ہو جائے گا اس لئے اولاً سائنس کے موضوع پر گفتگو کی جاتی ہے۔ آج کے دور ترقی میں جب تمدنی ایجادات و مادیات کے لئے نئے نئے انکشافات کا چرچا ہوتا ہے تو طور تکملہ سائنس کا ذکر بھی ساتھ ہی ہوتا ہے مثلاً وسائل خبر رسانی کے سلسلہ میں ٹیلیفون۔ ٹیلیگراف۔ ریڈیو لاسلکی ٹیلیویژن اور ایسے ہی دوسرے برقی آلات کا ذکر ہوتا ہے تو ساتھ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سائنس کے سنہری اصول ہیں

وسائل نقل و حرکت کے سلسلہ میں ریل۔ موٹر اور ہوائی جہاز وغیرہ یا دوپا سواریوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو ساتھ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سب سائنس کا طفیل ہے۔ یا مثلاً صنائع و حرف کے سلسلہ میں لوہے، لکڑی کے خوشنما اور عجیب و غریب سامان تعمیر کے نئے نئے ڈیزائن اور نمونے سیمنٹ اور اس کے ڈھلاؤ کی نئی نئی ترکیبیں، اور انجینئری کے نئے سے نئے اختراعات جب سامنے آتے ہیں تو سائنس کا نظر فریب چہرہ بھی سامنے کر دیا جاتا ہے کہ یہ سب اسی کے خم و ابرو کی کارگذاریاں ہیں۔ اسی طرح نباتاتی لائن میں زراعتی ترقیات۔ پھل پھول کی افزائش کے جدید

طریقے اور نباتات کے جدید آثار و خواص کے متعلق انکشافات کا جب نام لیا جاتا ہے تو وہیں سائنس کا نام بھی پورے احترام کے ساتھ زبانوں پر آجاتا ہے۔ اسی طرح حیوانی سائنس میں مختلف تاثرات پہنچانے کے ترقی یافتہ وسائل اپریشنوں کی عجیب وغریب پھرتیلی صورتیں۔ کیمیاوی طریق فن پردہ واسازی کی حیرت انگیز ترقی تحلیل وترکیب کی محیر العقول ترکیبیں۔ بجلی کے ذریعہ معالجات کی صورتیں جب زبانوں پر آتی ہیں تو ساتھ ہی انتہائی وقعت کے ساتھ نام بھی زبان پر ہوتا ہے کہ یہ سب اسی کے درخشاں آثار ہیں۔

طاقتوں کا منبع | اس تفصیل سے انسان کی ناقص عقل اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ سائنس کا موضوع عمل موالید ثلاثہ جمادات نباتات اور حیوانات کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ پھر چونکہ ان موالید کی ترکیب عناصر اربعہ آگ پانی، مٹی اور ہوا سے ہوتی ہے۔ جو ایک مسلمہ چیز ہے اور جس پر کسی استدلال کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے گویا سائنس کا موضوع بلحاظ حقیقت عناصر اربعہ ٹھہر جاتے ہیں جس کی خاصیات اور آثار کا عملاً سمجھنا اور پھر کیمیاوی طریق پر ان کی تحلیل وترکیب کے تجربات سے عملاً نئی نئی اشیاء کو پردہ ظہور پر لاتے رہنا سائنس کا مخصوص دائرہ علم وعمل ہو جاتا ہے۔ پس سائنس کی یہ تمام رنگ برنگ تعمیر درحقیقت انہیں چار ستونوں (عناصر اربعہ) پر کھڑی ہوئی ہیں۔

اور اگر اس ساری تفصیل کا مختصر لفظوں میں خلاصہ کیا جائے تو سائنس کا موضوع "مادہ اور اس کے عوارض ذاتیہ" سے بحث کرنا ثابت ہوگا۔ اس لحاظ سے مادیات میں جس کا زیادہ انہماک ہوگا۔ وہی سب سے بڑا سائنس دان اور ماہر سائنس کہلائے گا (واللہ اعلم)

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ سائنس کا موضوع عناصر اربعہ ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ ان چاروں کے خواص و آثار اور ذاتی عوارض یکساں ہیں یا نہیں؟ ظاہر بات ہے کہ ان کے عوارض یکساں نہیں بلکہ بہت حد تک متفاوت ہیں بلکہ ان کی جوہری طاقت بھی ایک درجہ کی نہیں ہے۔ بلکہ کوئی عنصر ان میں ضعیف کوئی قوی کوئی قوی تر ہے اور یہ ضعف وقوت کا تفاوت اتفاقی نہیں بلکہ معیاری ہے۔ اور وہ معیار یہ ہے کہ ان عناصر میں سے جس میں بھی لطافت بڑھتی گئی ہے اسی قدر اس کی طاقت بھی بڑھتی گئی ہے اور طاقت کے ہی لحاظ سے غلبہ و تسلط اور شان واقتدار ہوتی چلی گئی

اس کا راز ماسوائے اس کے اور کیا ہے کہ لطافت ایک وصف کمال ہے جو کثافت کی ضد ہے اور ہر وجودی کمال کا مخزن حضرت واجب الوجود کی ذات ہے۔ اس لئے لطافتوں کا منبع بھی وہی ہے اندازہ فرمائیں اس کی طاقتوں کا تو یہ عالم ہے کہ آنکھوں سے اوجھل حواس وخیال کی حدود سے بالاتر اور ادراک وانکشاف کی حد بندیوں سے ورا الورا ہے۔ اور اس کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ تمام جہانوں پر صرف اور صرف اپنی شہنشاہی کا نظام محکم قائم کئے ہوئے ہے۔ اس سے جس چیز میں بھی لطافت کا کوئی کرشمہ ہے وہ درحقیقت اسی کی ذات وصفات کا پرتو

ہے ۔جس کا اثر بقدر استعداد اس نے قبول کر لیا ہے ۔

لطافت کی طاقت | اس بنا پر جس چیز میں جتنی لطافت ہوگی اتنی ہی اس میں غلبہ و اقتدار کی شان ہوگی ۔ اس تفصیل کے بعد عناصر اربعہ کی ذاتی عوارض کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں مٹی سب سے زیادہ کثیف ہے نہ صرف کثیف بلکہ کثافت آور بھی ہے ۔ دنیا کی ہر چیز میں کثافت اور غلاظت آتی ہے تو اس مٹی سے اس کثافت کو ملاحظہ فرمانا ہو تو تجربہ کے طور پر ایک ڈھیلا اوپر پھینکیں ۔آپ کی قوت جب تک کام کرے گی ۔ وہ اوپر جائے گا پھر کل شئی یرجع الی اصلہ کا نظارہ ہوگا ۔یہی سبب ہے کہ خدا نے زمین کو ذلیل ہی نہیں بلکہ ذلول (ذلت کا مبالغہ فرمایا) ھو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشو فی مناکبھا

البتہ زمین کا ایک حصہ پہاڑ بھی ہیں جن میں نسبتاً کچھ لطافت اور ستھرائی ہے اور پھر پتھر کی مختلف قسمیں لطافت و ستھرائی کی بنا پر معرض وجود ہیں ۔یعنی مٹی پتھر پر گرے تو کچھ نہ بگڑے اور ایک پتھر منوں مٹی پر گر پڑے تو جو حشر ہوگا وہ ظاہر ہے ۔پتھر کے مقابلہ میں لوہے کو لیں ایک بالشت بھر لوہے کی کدال کے سامنے بڑی بڑی چٹانوں کی کیا حیثیت ہے ؟ وہی جو بے دست و پا قیدی کی ہوتی ہے ۔اس کا سبب بھی وہی لطافت و ستھرائی ہے جو لوہے نے بمقابلہ پتھر کے زیادہ قبول کر لی ہے ۔

اس کے بعد دوسرے عنصر یعنی آگ کا نمبر آتا ہے یہاں طاقتور لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آگ کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں ۔ ذرا سی دیر لوہے کو بھٹی میں رکھو نتیجہ سامنے آجائے گا ۔اس کا راز بھی وہی طبعی اور عقلی اصول ہے ۔آگ میں لوہے سے بھی زیادہ طاقت ہے اور کثرت لطافت کثرت طاقت کے مترادف ہے ۔

اس کے بعد عنصر آب ہے جس کے سامنے لوہے کو پگھلا دینے والی آگ کی کوئی حیثیت نہیں ۔ایک طرف آگ کے ترفع و اعلیٰ اور رعب و دبدبہ کو دیکھیں پھر جب قطرات آب اس پر ڈال کر اس کا تماشا کریں تو نتیجہ سامنے آجائے گا ۔چند لمحہ پہلے جو کر و فر تھا وہ راکھ کا ڈھیر بن چکا ہے ایسا کیوں ہے ؟ اس لئے کہ پانی آگ کے مقابلہ میں زیادہ لطیف ہے اور لطافت جہاں جس قدر ہوگی طاقت بھی اسی اعتبار سے موجود ہوگی ۔

اس کے بعد عنصر ہوا ہے جس کی طاقت و قوت کا یہ عالم ہے کہ جب ہوا کے جھکڑ چلتے ہیں تو بڑے بڑے سمندر تہہ و بالا ہو جاتے ہیں اور اس کا یہ عالم ہے کہ خوق و تخت کا کوئی گوشہ اور کوئی منفذ ایسا نہیں جہاں یہ جوہر لطیف نہ ہو آخر ایسا کیوں ہے ؟ اس کا راز بھی اس کی لطافت اور اس کے بقدر طاقت ہے ۔

انسان کی کارکردگی | اب اگر ان عناصر اربعہ اور ان کے تینوں موالید و جمادات نباتات حیوانات کی بے انتہا شاخوں کو ایک طرف رکھ کر حضرت انسان کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ عناصر اربعہ اس کے دست بستہ غلام ہیں ۔ انسان ان پر غالب و متصرف ہے یہ سب عناصر اپنی کارگزاری میں اس کے محتاج ہیں اگر انسان کی کارکردگی الگ

الگ کر دی جاتے تو اربعہ عناصر اپنی پوری قوت و طاقت کے باوجود کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتے۔ لوہا خود بخود پتھروں کو کچل نہیں سکتا۔ آگ خود لوہے کو گرماتی اور پگھلاتی نہیں۔ پانی خود آگ بجھاتا نہیں۔ بلکہ انسان ہی ہے جو کدالیں بناتا اور پتھر توڑتا ہے۔ وہی بھٹیاں بنا کر لوہے کو تپاتا ہے۔ وہی مشکیزے اور ظروف میں پانی لاتا ہے اور چولہے ٹھنڈے کرتا ہے۔ وہی ہوا کو قید کرتا اور سیالات کو اڑاتا ہے اور انسان نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور انسان ہی کی طاقتوں کا یہ عالم ہے کہ اس نے زمین کے قلب و جگر کو چیرا۔ کنوئیں بنائے۔ تہہ خانے تیار کئے ارضی معدنیات سرمہ، ہڑتال۔ سونا چاندی اور پیتل وغیرہ کے خزانے چھین لئے۔

پہاڑوں کو تراش کر بلند و بالا مکانات بنائے "وتنحتون من الجبال بیوتا" ان میں سڑکیں نکالیں اور دفائن زمین کا راز فاش کر کے زمین کے خزانہ کو عالم کو آشکارا کر دیا۔ الغرض زمین اور اس کے ہر ذرّے سے چاکروں کی سی خدمت لے رہا ہے۔

پانی کو حضرت انسان نے کس طرح رسوا کیا ہے۔ جگہ جگہ کنوئیں بنائے۔ واٹر ورکس کا انتظام کیا اور جہاں چاہا پانی لے گیا۔ ابوالمیاہ سمندر اعظم جس کی کوہ پیکر موجوں کے لگاتار سلسلہ سے خشکی سے کناروں پر اس طرح حملہ آور محسوس ہوتا ہے کہ گویا ابھی کرۂ زمین کو نگل جائے گا۔ اس کا یہ حشر ہے کہ انسان کے پاؤں کے نیچے روندا جا رہا ہے اس کے جہاز اور آب دوز یں چل رہی ہیں سمندر کے خزانے اگلوائے اس کی چیزوں کو بازاروں میں رسوا کیا حتیٰ کہ سمندر کے پانی کو تحلیل کر ڈالا اس سے آگے بڑھ کر ذلیل خدمات لی جا رہی ہیں۔ نجاستوں کا دھونا۔ میلے کپڑے پاک کرنا ظروف کا صاف کرنا وغیرہ ذالک اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسان نے پانی جیسے عنصر لطیف کو کس طرح اپنا قیدی بنا رکھا ہے۔

آگے جیسے خونخوار عنصر کو دیکھو انسان نے اس کو کس طرح اپنا مطیع کیا ہے لوہے پتھروں سے اسے نکالا۔ وہ آفتاب میں چھپی تو آتشی شیشیوں کے ذریعے اسے گرفتار کیا۔ خود اسے چھپانا چاہا تو ذرا سی دیر و یا سلائی کے سرے پر فوراً سے مصالحہ میں بند کر دیا۔ جب چاہا اسے رگڑا اور آگ نکال لی۔ جو آگ اپنے ترفع و تعلی کی بنا پر سر نیچا ہی نہ کرتی تھی۔ وہ آج کس طرح انسان کی غلام و محکوم ہے۔

ہوا کی لطافت کا یہ عالم تھا کہ انسان کی لطیف ترین نگاہیں اسے پھاند سکتی تھیں۔ لیکن آخر انسان نے اڑتے پرندہ کو کھلونا بنا لیا۔ اس میں اپنے جہاز اڑائے۔ خبر رسانی کی خدمت پر مجبور کیا گویا وہ ایک چٹھی رساں ہے جو مشرق سے مغرب تک انسان کی بلا اجرت چاکری کر رہی ہے۔ انسان اسے کہیں برقی پنکھوں میں پہنچا رہا ہے۔ کہیں موٹر کے پہیوں اور سائیکل کے ٹائروں میں بند کر رکھا ہے۔ انسان کے سامنے مجبور و بے بس ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں کہ عناصر اربعہ سے کام علیحدہ علیحدہ خدمت لے کر انسان کی طبیعت قناعت کرے بلکہ انہیں آپس میں لڑا لڑا کر ایجادات

کر رہا ہے آگ پانی کے درمیان لوہے کا پردہ حائل کرکے آگ کو دھونکا دیا۔ آگ جوش میں پانی کو اڑانا چاہتی ہے پانی کھول کر آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے۔ لیکن انسان ان کے جوش وخروش سے اسٹیم کی طاقت پیدا کرکے انجن مشینیں چلا رہا ہے۔ پھر پانی کو پانی سے ٹکرا کر برق پیدا کر لی۔ وہ بجلی جو آن واحد میں اقلیموں کی خبر سناتی۔ اسے تانبے اور جست کے پتلے سے تار میں اس طرح باندھ کر رکھا ہے کہ باہر زور وطاقت باہر نہیں جا سکتی۔ ذرا سا سوئچ ہے اسے دبا دو تو موجود اٹھا دو تو غائب۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ آسمان کی جہاں سوز بجلی کو بے بس کر دیا۔ بڑی بڑی بلڈنگوں پر چھوٹے تار چڑھا دئے۔ ادھر یہ بجلی گری ادھر ان میں غلطان وپیچان ہو کر رہ گئی۔

پٹرول جیسی سیال چیز میں آگ لگا دی اور آگ اور تیل لڑ رہے ہیں جب سے گیس پیدا ہو رہا ہے اور حضرت انسان کا جہاز اڑ رہا ہے موٹر دوڑ رہی ہے۔

الغرض ایک مشت استخواں نے ساری کائنات کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس غلط وتسلّط کا سبب کیا ہے؟ جسمانی طاقت سے تو ناممکن ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کا راز کچھ اور ہی ہو۔

اندرونی طاقت | ایک شیر نے اپنے خورد سالہ بچہ کو نصیحت کی تھی کہ انسان سے بچنا یہ بڑی چیز ہے۔ بچہ شیر اس بڑی چیز کے دیدار میں مارے مارے پھرتا تھا کہ آخر دیکھوں تو سہی وہ انسان کیا بلا ہے جس سے سلطان الصحرا بھی لرزتے ہیں کپکپاتے ہیں چلتے چلتے گھوڑے پر نظر پڑی۔ اس کی مخصوص صفات سے بچہ شیر کو انسان کا دھوکا ہوا پوچھا تو معلوم ہوا۔ گھوڑے نے کہا تو یہ بھلا میں انسان کے ہاتھ میں ایک بے بس قیدی ہوں اس سے بچنا۔ اب بچہ شیر اور گھبرایا۔ آگے بڑھنے پر اونٹ پر نظر پڑی اس کے عجیب الخلقت جسم کو دیکھ کر سوچا کہ یہی نوع انسان ہوگا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ نہ صاحب ہم تو اس کے ادنیٰ چاکر ہیں۔ وہ جو ہماری گت بناتا ہے تو بھلی اس سے بچنا۔ ذرا آگے ہاتھی پر نگاہ پڑی اس نے بھی اپنی چاکری کا اعتراف کرتے ہوئے پناہ مانگی۔ بچہ شیر حیران تھا کہ یا اللہ وہ انسان کیا بلا ہے جس سے گھوڑا اونٹ اور ہاتھی تک لرزتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک بڑھئی کے بچہ کو دیکھا جو ایک بڑے شہتیر کو چیر رہا تھا اور جتنا چیر چکا تھا اس میں ایک کھونٹی گاڑ رکھی تھی بچہ شیر کا یہ تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ انسان ہوگا لیکن معلومات کے لئے پوچھا تو پتہ چلا کہ حضرت انسان یہی ہے بچہ شیر نے کہا کہ میرا باپ اور ہاتھی گھوڑا اونٹ بڑے احمق تھے۔ اس سے ڈرتے رہے ایک جھپٹ میں اس کا کام تمام کر دوں۔ بڑھئی کے بچہ نے سوچا برا وقت آیا کیا کیا جائے؟

اس نے بچہ کی خوب تعریف کی جس سے وہ مست سا ہو گیا پھر اس نے کہا کہ میں کمزور ہوں حسن اتفاق سے آپ جیسا قوی آگیا۔ شہتیر کی کھونٹی سرکانا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے شگاف میں ہاتھ اندر ڈال کر ذرا تھام لیں کہ میں سرکا لوں۔ شیر نے ایک کی بجائے دونوں ہاتھ ڈال دئے۔ بڑھئی کے بچے نے کھونٹی نکال لی۔ اس کا نکلنا تھا کہ دونوں پٹ مل گئے۔ پھر بچہ شیر کا جو حشر ہوا وہ ظاہر ہے۔ شیر نادم ہوا کہ بڑوں اور تجربہ کاروں کی نصیحت کی قدر کرنی چاہئے

لیکن ساختہ ہی یہ سوچا کہ انسان حقیر اور کمزور ہے اس کا جثہ اس قابل نہیں ہاں البتہ کوئی اندرونی طاقت ہے جس سے اس نے ساری دنیا کو بے بس کر رکھا ہے۔

الغرض یہ حکایت عبرت اور انسانی طاقت سامنے لانے کے لئے پیش کی گئی ہے اور مشاہدات کی رو سے ماننا پڑتا ہے کہ انسان میں ان عناصر سے کہیں زیادہ طاقت ہے جب ہی تو اس نے جہان رنگ و بو کو تہہ و بالا کر رکھا ہے اور جیسا کہ ثابت ہو گیا کہ عناصر اربعہ سے اس میں طاقت کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑ گیا کہ اس میں طاقت بھی زیادہ ہے کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ لطافت ہی طاقت کا سرچشمہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ لطافت کیا ہے تو سیدھا اور آسان جواب ہے کہ روح انسانی!

روح انسانی | اور روح انسانی کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ باوجود انسان کے رگ و پے میں سمائے ہونے کے کبھی اس کا دھکا تک انسان کو نہیں لگا۔ بلکہ کبھی مس و لمس تک کا احساس نہیں ہوا۔ جب کہ ہوا جیسی لطیف چیز میں بھی دھکا اور لمس و مس سے بچنا محال ہے۔ روح منفعل ہے تو اتنی کہ اس کے بغیر انسانی زندگی کا تصور نہیں اور منفعل ایسی کہ کسی حاسہ کی اس تک رسائی نہ ہو۔ خود اس پر کوئی سرد و گرم نہ پہنچ سکے اس لئے وہ صرف فقط اپنے بدن پر ہی نہیں بلکہ عناصر اربعہ پر غالب آجائے تو ظاہر ہے کہ انسان میں ایسی چیز فقط روح ہی ہے کیونکہ انسان بدن و روح کا مجسمہ کا نام ہے۔ بدن مادیات کا مرکب ہے۔ وہ تو یہ کام نہیں کر سکتا۔ لہذا روح ہی باقی رہی اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ انسانی غلبہ و تسلط کا راز روح ہی میں ہے۔ روح کی لطافت و حسن نورانیت ہے کا یہ عالم ہے کہ آج تک انسانی عقل اس کا ادراک نہیں کر سکی۔ اس کا فوٹو نہیں لیا جا سکا۔ اسے ہوا کی طرح کنٹرول کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں بن سکا اور ایک روح ہے کہ سب کچھ اس کے کنٹرول میں ہے۔ جہاں بھر کا فوٹو وہ لے لے، سینری وہ بنا لے اور سب پر غلبہ و تسلط حاصل کر لے۔

سوال یہ ہے کہ روح ہے کیا؟ پیغمبر علیہ السلام سے سوال ہوا۔ آپؐ نے من جانب اللہ جواب دیا۔ الروح من امر ربی۔ اور اس امر ربی کو رب کائنات سے عجیب مماثلت ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ غیر مرئی طریق پر تمام عالم کا قیوم و مدبر ہے تو اسی طرح روح کائنات بدن کی قیوم و مربی ہے پھر جس طرح انوارِ باری تعالیٰ کائنات کے ذرہ ذرہ میں آشکارا ہیں اور ہر ہر خطہ و جز میں اس کی مناسبت سے کام لے رہے ہیں۔ اور اس ظہور نام کے باوجود آج تک کسی نے انہیں دیکھا نہیں۔ اسی طرح انوارِ روح کائناتِ بدن کے ہر عضو میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ ہر عضو سے مناسب کام لے رہے ہیں۔ اور اس ظہور نام کے باوجود آج تک کسی نے انہیں نہیں دیکھا اسی طرح روح کے انوار کام ہر عضو میں کر رہے ہیں نظر نہیں آتے ؎

بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ سے جلوہ آشکار　　　اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

گو جس طرح وہ ظاہر ہے اور باطن بھی اسی طرح یہ بھی ظاہر بھی۔

پھر جس طرح اس کائنات کی زندگی اور زندگی کی ہر نقل و حرکت سے ذات حق اول اور تقدم ہے کہ اللہ ہی معلی وجود ہے اسی طرح ذات حق کائنات کی ہر نقل و حرکت کا منتہا بھی ہے ٹھیک اسی طرح بدنی کائنات کی نقل و حرکت بلکہ اس کے نفس کی ہستی سے بھی روح اول بھی ہے اور آخر بھی کیونکہ روح ہی بدنی حیات کا باعث ہے جب یہ نہ تھی تو بدن نہ تھا۔ اور بعد میں بھی یہی ہوگی تو یہ کہنا بجا ہے کہ جس طرح کائنات عالم اول و آخر ذات حق ہے اسی طرح کائنات بدنی کی اول و آخر روح ہے۔

قوت کا سرچشمہ | پھر جس طرح ذات حق عالم سے متصل اتنی کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ھو معکم این ما کنتم اس کی شان ہے اور پھر منفصل اتنی کہ ورا ء الورا ثم ورا ء الورا۔ مخلوق ظلمت محض اور وہ نور مطلق ٹھیک اسی طرح روح بھی بدن سے متصل تو اتنی ہے کہ زندہ بدن کی کسی رگ کا کروڑواں حصہ بھی اس سے الگ نہیں۔ ورنہ زندہ نہ رہے لیکن دور بھی اتنی ہے کہ اس کی پاکیزگیاں بدن سے کوئی لگاؤ بھی نہیں رکھتیں کیونکہ لطیف و کثیف میں کیا تناسب اور کیا رشتہ؟

اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انسانی قوت و طاقت کا سرچشمہ روح ہے اور اسے ذات حق سے مناسبتیں ہی نہیں مماثلتیں بھی ہیں اور یوں بھی روح امر ربی ہے۔ کما مرہ تو اس کو جتنا صحیح استعمال کیا جائے گا اتنے بہت فوائد رونما ہوں گے۔ جتنی غلط روی کا طریق اپنا جائے گا۔ اتنی ہی بربادیاں ہوں گی۔ تو پہلے ایک مشرقی محقق کا قول لکھا تھا کہ سائنس میں مقصود وسیلہ کی نسبت ہے کتنا درست قول ہے اللہ تعالیٰ جو سراپا لطافت ہی نہیں بلکہ منبع لطافت ہے۔ کما قال ان اللہ لطیف (لقمان ۱۱/۱۲)

دوسری طرف روح بھی امر ربی ہونے کے سبب لطیف ہے اور لطافت ہی قوت کا سرچشمہ ہے۔ اور بغیر قوت سائنسی ایجادات ناممکن ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح لطافتوں کا منبع حق تعالیٰ کی ذات ہے اسی طرح منبع طاقت بھی وہی ہے۔ اور جب منبع طاقت وہ ہے تو سائنسی ایجادات کا سرچشمہ اور محور و مرکز بھی اسی کی ذات ہے۔ اپنی پاک دامنی۔ نیک نفسی اور قوت و تقویٰ و نیکی کی بنا پر جس کی روحانیت جتنی بلند ہوگی اس میں انکشافات و ایجادات کی طاقت ہوگی۔ جب یہ مقدمات ثابت ہوگئے تو یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ منبع لطافت و طاقت کی طرف سے بھیجا ہوا آخری اور مکمل دین ایجاد و انکشافات سے کس طرح روک سکتا ہے اور ترقی کی راہ میں کس طرح آڑے آسکتا ہے وہ دنیا والوں کی ترقی کی راہیں بناتا ہے۔ اسی پر ابھارتا ہے کہ کما قال فاستبقوا الخیرات وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون لیکن مادیات محض میں انہماک اور غلو اور روحانی ترقی سے پہلو تہی انتہائی کور چشمی اور بدبختی ہوگی۔ جب یہ امر مسلمہ ہے کہ اسلام مقصود ہے اور سائنس وسیلہ۔

تو مقصود کے لئے اس کے تناسب سے اور وسیلہ کے لئے اس کے تناسب سے کوشش کرنا دانشمندی ہے۔ بد قسمتی سے آج مقصود کو کوئی پوچھتا نہیں اور وسیلہ کے لئے جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں (یہ ہم آئندہ عرض کریں گے کہ وسیلہ کے لئے جائز و ناجائز کوششوں سے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا اور تعمیر و ترقی کے عالم میں ان کوششوں کا حصہ کیا ہے) پھر بد قسمتی کے مسلمانوں کے ہاں سوائے سائنس کا لٹریچر پڑھنے کے کوئی عملی کارفرمائی ہے ہی نہیں گویا ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

خلاصہ بیان | بہرحال اس اصولی بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ :-

۱۔ سائنس کا موضوع عناصر اربعہ یا بالفظ دیگر، مادہ اور اس کے عوارض ذاتیہ ہیں۔

۲۔ عناصر اربعہ میں سے جس میں جس قدر لطافت ہے اسی قدر اس میں طاقت ہے اور وہی لطافت اس کی طاقت کا سرچشمہ ہے۔

۳۔ حضرت انسان جو الیذ ثلاثہ کی بے انتہا شاخوں میں ایک ایسا ہے جس نے اپنی بے انتہا شاخوں میں ایک ایسا ہے جس نے اپنی بے انتہا قوتوں سے عناصر اربعہ کو فرداً فرداً نہیں بلکہ باہمی ٹکراکر ایجادات و اکتشافات کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور اس طرح اپنے غلبہ و تسلط کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے۔

۴۔ حضرت انسان کا یہ کمال اس کی جسمانی قوت کا مرہون منت نہیں بلکہ روح کا مرہون منت ہے۔

۵۔ روح کو حضرت حق سے کئی ایک مماثلتیں ہیں کہ روح امر ربی ہے۔

۶۔ قوت و طاقت کا سرچشمہ حضرت حق کی ذات ہے کیونکہ وہی منبع لطافت ہے اور طاقت دراصل لطافت کے سبب ہے۔

۷۔ اس اعتبار سے منبع لطافت کے امر یعنی روح سے جس کا قدر حصہ ہوگا اس کی قوت و ایجادات و اکتشافات اسی قدر بلند و بالا ہوگی۔

۸۔ لیکن اسلام اور سائنس کو مقصود و وسیلہ کی نسبت ثابت ہوگی۔

اس لئے ایک سچے مسلمان کی ہمت و فکر کا اصل میدان اسلام ہوگا اور وسیلہ کا میدان اسی تناسب سے ہوگا جب اسلام و سائنس میں مقصود وسیلہ کی نسبت ثابت ہوگئی تو

الف۔ ایک مفکر کا یہ قول غلط فہمی پر مبنی ہوگا کہ سائنس اور مذہب کی حقیقت تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔

ب۔ سائنس کو الحاد کے مترادف قرار دینے والا گروہ سراسر غلطی کا شکار سمجھا جائے گا۔

ج۔ اور نہ ہی سائنس و مذہب ایک دوسرے کی ضد ہوں گے۔ بلکہ ان میں معقول نسبت ہے اور اپنے اپنے

مقام پر اس سلسلہ میں قوتِ فکر کی پرواز درست اور صحیح ہو گی۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ "ارتقاء پسند انسانی عقل اور ربانی ہدایات کا سنگم اسلام ہے۔"

آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کر دینا مناسب ہے جس میں سائنس و مذہب کی اہلیت حقیقت اور باہمی فرقِ مراتب کو نہایت احسن پیرایہ میں بیان فرمایا گیا۔ یہ ارشادِ رسول بھی اس چیز کی غمازی کرتا ہے کہ سائنس و مذہب ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ جن چیزوں پر آج طبع آزمائی ہو رہی ہے ان کو اپنے اصلی مقام پر رکھ کر ایک نبی امی نے آج سے چودہ سو سال پہلے واضح کر دیا تھا ع

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست

فاعتبروا یا اولی الابصار نبی رحمت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ میاں نے زمین کو پیدا کیا تو وہ کانپنے اور ڈولنے لگی تب اللہ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان سے زمین پر جم جانے کے لئے فرمایا۔ ملائکہ نے پہاڑوں کی شدت صلابت پر تعجب کیا اور کہا کہ اے پروردگار تیری مخلوق میں پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں لوہا ہے۔ اس پر پھر ملائکہ نے عرض کیا کہ اے پروردگار ! تیری اس مخلوق میں لوہے سے بھی بڑھ کر کوئی سخت چیز ہے فرمایا۔ ہاں آگ ہے پھر عرض کیا اور آگ سے سخت ؟ ارشاد فرمایا۔ پانی۔ عرض کیا اور پانی سے سخت کوئی چیز ہے فرمایا۔ ہاں ہوا پھر ملائکہ نے پوچھا اور ہوا سے بڑھ کر بھی سخت چیز کوئی ہے تو فرمایا اولادِ آدم جو دائیں ہاتھ سے اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو (ترمذی)

اندازہ لگائیں کہ سائنس کے موضوع یعنی مادیات کو کس طرح ترتیب سے بیان فرما کر اور پھر انسان کی طاقت و قوت کو واضح فرمایا لیکن اس طاقت کا سبب کوئی مادی چیز نہیں بلکہ وہی روحانی عظمت و برتری ہے جس کو پہلے ہم تفصیل سے عرض کر چکے ہیں ؛

موتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)

قومی اسمبلی میں
اسلام کا معرکہ
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی پارلیمانی سرگرمیاں